برادری میں اس کی یہ قدر و منزلت ہے' اور اس نوع کے عالمی اجتماعوں میں نسبتاً زیادہ تجدد پسند اور زیادہ قدامت پسند مسلمان ملکوں کے درمیان نقطہ اتصال بن جاتا ہے۔

بیشتر مسلمان ملکوں کے مقابلے میں پاکستان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہاں ان ملکوں کی طرح مسلمانوں کے کسی ایک فقہی مذہب یا کسی خاص مذہبی فرقے کی پہلے سے دینی سیادت نہیں چلی آرہی کہ اس کے علاوہ دوسرا فقہی مذہب اور مذہبی فرقہ شک و شبہ کی نظر سے دیکھا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام کے اصول و مبادی اور احکام کی عملی تعبیر میں ہر فقہی مذہب اور ہر مذہبی فرقے کا اپنا ایک نقطہ نظر ہے اور اس میں کوئی حرج بھی نہیں، آخر کثرت میں وحدت زندگی کا ایک بنیادی اصول ہے۔ لیکن جب کسی ملک میں ایک مخصوص فقہی مذہب اور مذہبی فرقے کو دینی سیادت حاصل ہو' تو پھر وہ فکری وسعت اور عملی رواداری' جس سے کہ مسلک اعتدال مترتب ہوتا ہے بمشکل وجود میں آسکتی ہے۔ چنانچہ ایک وقت میں اس قسم کی دینی سیادت یا تو زندگی کو اتنا جکڑ دیتی ہے کہ وہ جامد و متحجر بن کر رہ جاتی ہے۔ یا پھر اس کی جکڑ بندیوں کے خلاف اتنا سخت رد عمل ہوتا ہے کہ ماضی کی ہر چیز سے نفرت کی جانے لگتی ہے۔

ماهنامہ " فکر و نظر " کے سامنے جو بنیادی مقصد ہے' اس کی روح افکار و تعلیمات اسلامی کے معاملے میں یہی مسلک اعتدال ہے۔ اور جو مذہبی حلقے " فکر و نظر " کی مخالفت میں اس وقت سب سے پیش پیش ہیں' ان کو در اصل ہمارا یہی مسلک اعتدال سب سے زیادہ کھلتا ہے۔ ورنہ کسی خاص فقہی حکم اور بعض احادیث کی ترجیح اور عدم ترجیح کے بارے میں مجتہدین' فقہاء اور علماء میں کب اختلافات نہیں رہے۔ اور ان امور میں ان کے درمیان کتنی طویل بحثیں نہیں ہوئیں۔ بلکہ ان کے متعلق کس قدر بے شمار اور ضخیم کتابیں نہیں لکھی گئیں۔ جب اسلاف کے ہاں یہ مسلمہ امر تھا کہ المجتھد یصیب

و یخطی' تو آج اس دور میں ظاہر ہے لغزشوں اور غلطیوں کا کہیں زیادہ امکان ہے۔ اور یقیناً افہام و تفہیم سے ہی ان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اس کے خلاف یوں محاذ قائم کردیاجائے' جیسے بعض حلقوں نے قائم کر رکھا ہے۔

*

در حقیقت یہ نزاع اصلاً دینی سیادت کے لئے ہے' جس کے خواب آج کل یہ مذہبی حلقے دیکھ رہے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا ایک حلقے کے ترجمان ماہنامہ نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ چونکہ پاکستان میں ایک مخصوص فقہی مذہب سے انتساب رکھنے والوں کی اکثریت ہے' اس لئے حکومت بے تردد اس فقہی مذہب کو ملک میں حکماً نافذ کردے' اس پر ایک دوسرے مسلک کی حامی جماعت کے صحیفے نے مضامین کا ایک سلسلہ شائع کیا' جس میں مذکورہ بالا فقہی مذہب کی خامیاں بتائی گئیں اور اس مطالبے کی سخت مخالفت کی گئی۔ یہ تو محض ایک مثال ہے۔ اگر اسی طرح ایک فقہی مذہب یا ایک مسلک کی دینی سیادت کا مطالبہ اور آگے بڑھا' تو اس کے خلاف اور شدید رد عمل ہوگا اور ملک میں فرقہ وارانہ مذہبی مناقشات شروع ہوجائیں گے۔

*

ابھی حال میں اسی حلقے کے ترجمان نے پھر لکھا ہے کہ "اب شرعی احکام کے اجرا کو اسمبلی کے "فیصلے" یا "مطالبہ" پر موقوف رکھنا اور بے معنی "آئینی" گورکھ دھندوں میں الجھانا شرعی احکام کے نفاذ سے انحراف اور روگردانی کے مترادف ہے ..." اور یہ کہ صدر مملکت عائلی قوانین میں "کم از کم جو ترمیمات علمائے کرام کرچکے ہیں' ان کو فوراً قبول کرلیں اور اس کے علاوہ بقیہ اسلامی قوانین کے اجرا کا بھی اعلان فرمادیں اور صرف اعلان پر اکتفا نہ کریں' بلکہ تدریجی طور پر الاہم فالاہم کے اصول پر شرعی قانون نافذ کرتے رہیں تاکہ کم سے کم مدت میں مکمل اسلامی قانون ملک میں نافذ ہوجائے"

*

ترجمان مذکور نے شرعی قوانین کے نفاذ کا جو طریقہ کار تجویز کیا ہے۔ اس کی بوالعجبی اور آئین و قانون کی ابتدائی باتوں تک سے ان بزرگوں کی بے خبری ملاحظہ ہو۔ لیکن اس مطالبے میں جو ٹیپ کا بند

ہے۔ وہ خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

> ''نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ''فقہ حنفی'' کو جو اس ملک کے عام باشندوں کا مذہب ہے' ''اساس'' قراردیں اور اس پر عمل کرنے کے لئے ''محاکم عدلیہ'' میں دو دو' تین تین فقہ اسلامی خصوصاً فقہ حنفی کے مستند ماہرین کا تقرر فرمائیں۔''

غرض' یہ ہے اصل مقصد اپنی واضح ٹھوس اور مادی شکل میں اس مطالبے کی پشت پر' جس کے لئے یہ ساری جدوجہد کی جارہی ہے اور خالص علمی و فقہی بحثوں میں کفر' زندقہ اور الحاد کی باڑھیں چھوڑی جارہی ہیں۔

سب وشتم' افترا پردازی و الزام تراشی اور صحافتی زبان میں ''بلیک میلنگ'' کی یہ مہم اگر اس مقصد کے حصول کے لئے اسی طرح جاری رہی تو پاکستان کی عام مذہبی فضا پر اس کے جو برے اثرات پڑیں گے' اور اس کی وجہ سے جارحانہ قسم کی فرقہ واریت کو جیسے فروغ ہوگا' وہ تو ظاہر ہی ہے' لیکن اس معرکہ آرائی سے آج قوم کو جس وحدت فکر و نظر اور جذباتی ہم آہنگی کی شدید ترین ضرورت ہے تاکہ وہ متحد ہوکر داخلی لحاظ سے بسرعت ترقی کرے اور خارج میں اس کی ساکھ بڑھے اور وقار بلند ہو' جیسا کہ ہم شروع میں عرض کرآئے ہیں وہ ناممکن الحصول ہوجائے گی۔ اور یہ کتنا بڑا خطرہ ہوگا۔ کاش ہمارے یہ بزرگ اسے محسوس کرسکتے۔

مختصراً یہ جھگڑا دراصل فقہ و حدیث کے چند مسائل کا نہیں' بلکہ اپنی دینی سیادت کا ہے' جس کی خلش ہمارے ان مذہبی حلقوں کو بری طرح ستا رہی ہے۔ اور جس پر کہ قومی حکومت کی سرپرستی میں قائم ہونے والے تحقیقاتی اسلامی اداروں کے قیام سے براہ راست زد پڑتی ہے۔ خدانخواستہ اگر ان تفرقہ پردازیوں کا جلد سدباب نہ ہوا' تو ہماری حالت آخری عباسی دور کے بغداد کی ہوجائے گی کہ باہر سے تو تاتاریوں کا سیلاب بڑھا چلا آرہا تھا اور اندر ایک طرف حنبلی' شافعی حنفی اور دوسری طرف سنی اور شیعہ باہم دست و گریبان تھے۔